جہاد فی اللہ

آدیم نقوی

تمہید

قبل اس کے کہ اس مضمون کو شروع کیا جائے اس کی ضرورت ہے کہ بعض الفاظ و کلمات کی حقیقی تشریح کر دی جائے اور بعض حقائق کے راز کھول کر بیان کر دیئے جائیں تا کہ قارئین کو رسالہ کے اصل مضمون کے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

پہلے ''بسم اللہ'' کو لے لیں کہ آج تک اس کا ترجمہ یہی کیا جاتا رہا ہے ''شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے''۔ حالانکہ کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے پیشِ نظر ''شروع کرتا ہوں'' ترجمہ کیا جائے۔ اگر ہم زبان کا محاورہ دیکھیں۔ ایک شخص دوسرے سے پوچھے میری کتاب کہاں ہے؟ دوسرا جواب دے ''بزید'' تو اس کا ترجمہ ''زید کے پاس ہے''۔ لہٰذا محاورے کے مطابق ''بسم اللہ'' کا ترجمہ ہوتا ہے۔ ''اللہ کے نام سے ہے'' اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا ہے؟ تو جب ''ہے'' کے علاوہ یہاں کچھ ہے ہی نہیں تو ہونا یا ہستی ہی اس کا جواب ہو سکتا ہے۔ یعنی ہر شئے کا وجود اللہ کے نام سے ہے۔

اب دیکھنا ہے کہ اللہ کے نام سے کیا مراد ہے تو فرامینِ ائمہ معصومینؑ سے حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ چنانچہ مشہور حدیث ہے "نحنُ اسماء الله" (ہم اللہ کے نام ہیں)۔ اگر اس پر غور کریں کہ اسم ہوتا کیا ہے تو اس کی یہی تعریف ہو سکتی ہے کہ وہ ایک کلمہ ہے جس سے کسی ذات کو

پہچانا جاسکے۔ لہٰذا وہ ذات یا ذواتِ مقدسہ جو ذریعۂ معرفتِ حق ہیں اسماء الٰہی یا اسم اللہ کہلانے کے مستحق ہیں۔

اب لائق غور یہ امر ہے کہ نحن (ہم) سے کیا مراد ہے جب کہ وحدت ہی وحدت ہے اور سب ایک ہی ہیں۔ لہٰذا نحن سے انائے مطلق ہی مراد ہے یعنی وہ نورِ کائنات جو اوّلِ مخلوق اور علّت تخلیق کائنات ہے۔

اب ''بسم اللہ'' کے معنی یہ ہوئے کہ کائنات کی ہر شے اس نور سے ہے جو اوّلِ مخلوق ہے اور اس زمانے میں تو سوائے بے خبر جاہلوں کے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ طبعیات کا یہ نظریہ مقبول ہو چکا کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ غیر مرئی نوری شعاعوں سے پیدا ہوا ہے اور ہر ذرّہ میں نوری شعاعیں موجود ہیں۔ اگر وہ شعاعیں اس سے نکل جائیں تو وہ ذرّہ فنا ہو جائے۔ لہٰذا یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ موجودات کے ذرّے ذرّے کا باعثِ وجود و بقا وہ نور ہے جو اللہ کا نام ہے اور یہی رحمانیت ہے۔

اب صرف کلمہ رحیم رہ جاتا ہے۔ تو رحم کے معنی ہیں تربیت اور تربیت کے تفصیلی معنی یہ ہیں کہ کسی ناقص وجود کو اپنی نگرانی میں لے کر اس کی بتدریج پرورش کر کے کمال تک پہچانا۔ تو رحیم کے معنی ہوئے ''وجودہائے ناقص کو اپنی نگرانی میں بتدریج کمال تک پہنچانے والا''۔

اب ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ یہی لکھ سکتے ہیں:

''ہر شے اللہ کے نام سے ہے جو رحمٰن (علتِ وجودِ بقائے اشیاء) اور رحیم (ناقص کو کامل بنانے والا) ہے''۔

اکثر اشخاص یہ سوال کریں گے کہ انسان کو نگرانی میں لے کر کمال تک پہنچانے سے کیا مراد ہے اور کمال کا مطلب کیا ہے؟ تو اس کے لئے حدیثِ قدسی دیکھیں۔

عَبدی اطعنی اجعلک مثلی اَنا حیّ لا اَموُتُ اِجعلکَ حیّاً لاتموت اَنا

غَنیّ لااَفتقِرُ اجعلک غَنیاً لاتَفتقِرُ اَنا مهیمن مَهما اَشاءَ اکن اجعلکُ مُهَما تشاء تکُن۔

ترجمہ: میرے بندے میری اطاعت کر تجھے اپنے جیسا بنالوں گا۔ میں ایسا زندہ ہوں جو مرتا نہیں تجھے بھی ایسا زندہ بنادوں گا کہ تو کبھی نہیں مرے گا۔ میں ایسا غنی ہوں جسے کوئی احتیاج نہیں تجھے بھی ایسا غنی بنادوں گا کہ تجھے کوئی احتیاج نہ رہے۔ میں ایسا ارادہ کرنے والا ہوں کہ جس چیز کو چاہتا ہوں کہ ہو جائے وہ ہو جاتی ہے۔ تجھے بھی ایسا ارادہ کرنے والا بنادوں گا کہ تو جس چیز کو چاہے وہ ہو جائے۔

دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔

عبدی اطعنی اجعلکَ مثلی فقل لِشیَءٍ کن فَیکون o

ترجمہ: میرے بندے میری اطاعت کر تجھے اپنے جیسا بنالوں گا پس تو جس چیز کو کہے کہ ہو جا وہ ہو جائے گی۔

یہاں یہ امر لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث ہو جائے گا کہ ان حدیثوں میں ''مثلی'' سے کیا مراد ہے اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں تجھ کو اپنا جیسا بنالوں گا۔ توحید اہل بیتؑ پر نظر رکھنے والے کو تو کوئی پریشانی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اہل بیتؑ نے جس خدا کی بندگی کا حکم دیا ہے وہ منزہ عن الصفات ہے۔ یعنی ہر صفت سے پاک ہے اور جو صفات خدا سے منسوب کی جاتی ہیں وہ اس کی مخلوق انسانِ کامل کی صفات ہیں۔ اور وہ اس ذات کی طرف اس لئے منسوب کی جاتی ہیں کہ انسان اس کی طرف توجہ کر سکے۔ ورنہ مُطابقِ اصولِ فطرت انسان بغیر کسی کلمے کے توجہ کر ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا اپنا جیسا بنالوں گا سے یہی مراد ہو سکتی ہے کہ میں تجھ کو ایسا بنالوں گا جیسا تو مجھ کو سمجھتا ہے۔ یعنی جو صفات تو میری طرف منسوب کرتا ہے وہ تجھے بخش دوں گا یا تجھے اُن سے متصف کر دوں گا۔ پس صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو جانا ہی کمالِ عبدیت ہے۔

اب حضرت صادق آلِ محمد صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی اس حدیث کا سمجھنا سہل ہو جائے گا جس میں حضرت نے فرمایا:

لنا مع اللّٰہ حَالاتٌ نحن فیمَا ھووَھُوَفیما نحن مع ذالک ھُوَ ھو و نحن نحن o

ترجمہ: ہمارے اللہ کے ساتھ ایسے حالات بھی ہوتے ہیں جس میں ہم وہ ہوتے ہیں

اور وہ ہم ہوتا ہے بایں ہمہ وہ وہ ہی ہے اور ہم ہم ہی ہیں۔

اس حدیث سے بہت سے حضرات تو وحشت میں مبتلا ہو جائیں گے، سوائے ان کے جو قرآن کے مفاہیم میں غوطہ لگانے والے ہیں۔ اور کچھ اصولِ فطرتِ انسانی اُن کے ادراک و شعور میں آچکے ہیں۔ جو آیات مندرجہ ذیل کے مفاہیم کو سمجھتے ہیں:۔

۱۔ نحن اَقربُ الیهِ مِن حَبل الْوَرید o

ترجمہ: ہم اُس سے (انسان سے) اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

۲۔ إن الله یحول بین المرء و قبله o

ترجمہ: بیشک اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔

اب جب کہ یہ نظریہ علم طبعیات میں بھی تسلیم کر لیا گیا ہے کہ غیر مرئی تخلیقی نوری شعاعیں کائنات (UNIVERSE) میں ہر جگہ اور ہر ذرّے میں موجود ہیں۔ اس نور کی جان ذاتِ خالق ہے لہٰذا شعاعوں کا موجود ہونا گویا خود اُس کا موجود ہونا ہے۔

قلب انسان کے چاروں طرف نوری شعاعوں کے حلقے موجود ہیں جو قوتِ ادراک کی ترقی سے شعور میں آجاتی ہیں۔ مگر جب تک نفس پر غفلت چھائی ہوئی ہے۔ اُس وقت تک اُن کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ اس امر کے ثبوت کے لئے کہ قلب انسان کو نوری شعاعیں گھیرے ہوئے ہیں اصول کافی میں متعدد احادیث موجود ہیں۔ جن سب کا مفہوم یہی ہے کہ نورِ ایمان ہر مومن کے قلب میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ پس اگر ان شعاعوں کا قلب انسان سے اتصال کامل

ہو جائے تو صفات الٰہیہ کا مظہر بن جائے گا۔ نورانیت کے غلبۂ کامل کے وقت جو کام بندے سے صادر ہوگا، وہ خالق کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ اور اُسی کا کام ہوگا۔ مثلاً:

۱۔ ومارمیت اذرمیت ولکن الله رمی o

ترجمہ: اور تو نے تو کنکریاں نہیں پھینکی تھیں۔ جب تو نے پھینکیں بلکہ وہ تو اللہ نے پھینکی تھیں۔

۲۔ ان الذین یبایعونک تحت الشجر انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم o

ترجمہ: اور جنھوں نے تمہاری بیعت کی درخت کے نیچے انہوں نے تو حقیقت میں اللہ کی بیعت کی۔ اُن کے ہاتھ پر تو اللہ کا ہاتھ تھا۔

اور فرمان امیر المومنینؑ ہے:

ماقلعت باب خیبر بقوة جسمانية ولکن بقوة ربانية o

ترجمہ: میں نے بابِ خیبر قوت جسمانی سے نہیں بلکہ قوت ربانی سے اکھاڑا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نوری شعاعوں کے موجود ہونے کا انسان کو ادراک یا شعور کیوں نہیں ہوتا۔ تو یہ خود انسان کی اپنی ہی غلطی ہے۔ تمام دنیا کے ماہرین علم نفس اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ نفس انسان خارجی دنیا کے لئے نیم شعوری یا تحت الشعوری کیفیت میں ہے مگر اپنے باطن کے لئے قطعی لاشعور ہے۔ دنیا والے تو اس حقیقت پر اب پہنچے ہیں۔ مگر رسولؐ کریم اور قرآن نے تیرہ سو سال پہلے اس سے خبردار کر دیا تھا۔ جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

الناس نیام اذا ماتو انتبهوا o (لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مریں گے تو جاگیں گے)۔

اور قرآن نے بیان کر دیا ہے۔ الهکم التکاثر حتی زرتم المقابر o (تمہیں تو ہوس (بڑھوتری کی چاہ) ہی نے غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ تم قبروں سے ملے)۔ اور اس غفلت ولاشعوری کے

لئے کسی منطقی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص حتیٰ کہ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جتنے افعال اضطراری جسم میں ہو رہے ہیں مثلاً قلب کی حرکت، جگر، معدہ اور گردوں کا کام وغیرہ یہ سب نفس کے کام ہیں۔ ان کا فاعل خود نفس ہے۔ مگر ان میں سے کسی ایک فعل کا بھی خود اس کو شعور نہیں، اور ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی مقرر کی تقریر سنتے ہوئے ہر کلمہ اور ہر لفظ کے لئے اس کے مفہوم کی کیفیت یا تصویر نفس میں ابھرتی ہے جو فوری طور پر حضرت نفس اپنے مدرکات کے خزانوں سے نکال کر لاتے اور اُس سے ملاتے چلے جاتے ہیں۔ مگر نفس اپنے اس عمل سے بے خبر ہے۔

انسان کی تمام غلطیوں مصیبتوں حتیٰ کہ غیر فطری اموات کا باعث بھی یہی لاشعوری ہے اور رسولؐ کی بعثت کا مقصد نفسِ انسانی کو اس نجاستِ لاشعوری سے پاک کر کے صفاتِ الٰہیہ سے متصف کرنا ہے۔

اب سوچیں اور غور کریں کہ غفلت کے دفع کرنے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے۔ ایک سوئے ہوئے غافل شخص کو جب تک اذیت نہ پہنچے غفلت کی نیند سے جاگنا ممکن نہیں۔ لہٰذا سوئے ہوئے نفس کو جگانے کے لئے اذیتِ روحانی اور درد کی ضرورت ہے۔ اس لئے محبوب خدا اشرف الانبیاء نے اپنے متوسلین کے نفوس کو درد اور تڑپ مہیا کرنے کے لئے اپنی اولاد کو قربانیوں کے لئے وقف کر دیا۔ اور سیکڑوں برس تک بنی فاطمہؑ کی قربانیاں ہوتی رہیں۔ کلام پاک میں قربانیاں دینے کے لئے صاف وصریح احکام موجود ہیں۔ اب مسلمان حیرت زدہ ہو کر پوچھیں گے کہ وہ احکام کہاں ہیں تو ایک سورہ کوثر ہی کو دیکھ لیں:

انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحرo ان شانئک هو الابتر o

ترجمہ: ہم نے تمہیں کثرت نسل عطا کی پس صلوٰۃ کو اپنے رب کے لئے قائم کرو
اور قربانیاں دیتے رہو۔ یقیناً تمہارا دشمن مقطوع النسل ہوگا۔

(یعنی وہ قوم جو قربانیوں کا ذریعہ ہوگی اُس کی نسل دنیا میں باقی نہ رہے گی)۔

اب سورہ کے کلمات پر علیحدہ علیحدہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کوثر کا مفہوم دیکھیں۔ اس کی شرح میں مولوی فرمان علی نے بحوالہ صواعق محرقہ (ابن حجر عسقلانی) اس کا مفہوم خیر کثیر یعنی کثرت اولاد نقل کیا ہے۔

اب صلوٰۃ کے مفہوم کے لئے حاشیہ مقبول ترجمہ دیکھئے کہ جب آیت واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ نازل ہوئی۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ صبر و صلوٰۃ سے کیا مراد ہے تو حضرت نے فرمایا کہ میں صبر ہوں اور علیؑ صلوٰۃ ہیں۔ اور امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے۔ انا صلوٰۃ المومنین (میں مومنوں کی صلوٰۃ ہوں) لہٰذا صلوٰۃ کا حقیقی مفہوم حُبِ علیؑ حُبِ اہل بیتؑ ہے۔ یہی حُب اللہ ہے جو اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب نور کا ادراک ہو جائے۔ اسی لئے رسولؐ کریم نے حکم دیا:

طلب العلم فریضة علی کل مومن و مومنةo (طلب علم ہر مومن اور مومنہ پر فرض ہے) اور علم کی تعریف یہ بتائی العلم نور یقذف اللہ فی قلب من یشاء o (علم وہ نور ہے جو اللہ ڈالتا ہے جس کے دل میں وہ چاہے)۔

اب تو واضح ہو گیا کہ نور حُبُّ اللہ کی طلب ہر مومن و مومنہ پر لازم و واجب ہے۔ یعنی یہ خواہش ہونی چاہئے کہ وہ نوری شعاعیں جو قلب کو گھیرے ہوئے ہیں اُن کا ادراک و شعور ہو جائے جس کا ذریعہ قلب میں درد و تڑپ کا پیدا ہونا ہے اسی لئے حکم دیا جا رہا ہے کہ صلوٰۃ حقیقی قائم کرو یعنی نورِ حُبِ اہل بیتؑ مومنین کے دلوں میں چمکا دو۔ جس کے لئے لازم ہے کہ قربانیاں (اپنی اولاد کی) دیتے رہو۔ قربانیوں کا حکم کثرت نسل کی بشارت کے بعد دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا یہ قربانیاں بھی اولاد رسولؐ ہی کی قربانیاں ہو سکتی ہیں۔ اونٹ، بھیڑ، بکریوں کی نہیں اب تو واضح ہو گیا کہ اس سورہ میں رسولؐ سے کہا جا رہا ہے کہ ہم نے تم کو کثرت نسل اسی لئے عطا کی کہ نفوس کو نور کا ادراک و شعور عطا کرنے کے لئے درد و تڑپ کا سامان اپنی نسل کی قربانیوں سے مہیا کر دو۔

جہاد فی اللہ

یہ کلمہ جہاد فی اللہ یعنی اللہ میں جہاد تمام کلام اللہ میں صرف ایک جگہ سورہ حج کے آخری رکوع میں استعمال ہوا ہے۔ رکوع کے پہلے حصے میں تو تمام لوگوں سے کہا گیا ہے کہ دیکھو وہ غیر اللہ یا خدا کے غیر جن کو تم پکارتے ہو ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگر وہ سب یکجا جمع بھی ہو جائیں اور بنانا تو بڑی بات ہے وہ ایسے عاجز ہیں کہ مکھی اُن سے کچھ چھین لے جائے تو اُسے واپس بھی نہیں لے سکتے۔ پس جو ایسے بے بس ہوں جو مکھی، مچھر اور کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ عاجز ہوں تو اُن کو پکارنے والے کیسے حقیر اور ذلیل ہوں گے۔ یہ تو اللہ کے غیروں کا ذکر تھا۔ اب اللہ کے اپنوں کا ذکر دیکھئے یعنی وہ لوگ جن کو معیت اللہ حاصل ہوتی ہے وہ کیسی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کا قول کلام اللہ میں موجود ہے:۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ o

(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹)

ترجمہ:۔ میں خلق کروں گا تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت اور اس میں پھونکوں گا اور وہ ہو جائے گا پرندہ اللہ کے حکم سے۔

پس جو اللہ والے یا اللہ کے اپنے ہوتے ہیں۔ اُن کو ہر شے پر قدرت حاصل ہوتی ہے چنانچہ حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں جو کچھ اللہ کر سکتا ہے وہ باذن اللہ ہم کر سکتے ہیں۔ اب اس رکوع کا آخری حصہ دیکھیں:۔

یاایھا الذین امنوا ارکعو اواسجدوا و اعبدوا ربکم و افعلوا الخیر لعلکم

تفلحون o وجاھدوافی اللہ حق جہادہ ط ھوا جتبکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ط ملۃ ابیکم ابراھیم ط ھو سمکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیداً علیکم و تکونوا شھداء علی الناس ج صلے فاقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ ط ھو مولکم ج فنعم المولیٰ ونعم النصیر o (الحج۔ آیت نمبر ۷۷، ۷۸)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور عبادت کرو اپنے رب کی اور بھلائی کرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور اللہ میں جہاد کرو جو جہاد کا حق ہے۔ اس نے (اللہ نے) تمہیں منتخب کر لیا ہے اور تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت اس نے تمہارا نام مسلم رکھا پہلے سے اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ رسول تم پر شہید (گواہ) اور تم لوگوں پر شہید ہو۔ پس صلوٰۃ قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوط پکڑ لو۔ وہ تمہارا مولا ہے۔ کتنا اچھا مولا اور کیا ہی خوب مددگار۔

ان آیات میں کچھ ایمان والوں سے کہا جا رہا ہے اللہ میں ایسا جہاد کرو جو حق ہے جہاد کرنے کا۔ یعنی جہاد کرنے کی جو حد ہو سکتی ہے وہاں تک پہنچا دو۔ ان کی تلاوت سے چند سوال ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ کون ایمان والے ہیں جن سے خطاب کیا جا رہا ہے دوسرے یہ کہ وہ جہاد جس کا ذکر کیا گیا کونسا جہاد ہے۔ تو اس کے متعلق ایک اشارہ مولوی فرمان علی کے ترجمے کے حاشیہ صفحہ نمبر ۵۴۴ میں ملتا ہے جو درج ذیل ہے:

ابن مردویہ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ ہم قرآن میں یہ آیت (جس طرح تم نے شروع میں جہاد کیا اسی طرح آخیر زمانہ میں جو حق جہاد کرنے کا ہے خدا کی راہ میں جہاد کرو) نہ پڑھتے تھے؟ میں نے کہا بیشک پڑھتے تھے۔ مگر وہ زمانہ آخر کب ہوگا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس زمانے میں بنی امیہ حاکم ہوں گے اور مغیرہ کی اولاد

وزیر ہو گی اور بیہقی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ (دیکھو در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ مصر) اور یہ ظاہر ہے کہ مغیرہ کی اولاد یزید کے زمانے میں وزارت پر فائز تھی، کیونکہ سب سے پہلے جس شخص نے معاویہ سے بیعت یزید کی تحریک کی اور لوگوں سے بیعت کرائی وہ مغیرہ کوفہ کا گورنر تھا۔

اس رکوع کے متن اور حاشیئے سے اتنا اشارہ تو مل جاتا ہے کہ یہ جہاد ذبح عظیم کربلا میں پیش کرنا ہے۔ اور جن کو حکم ہو رہا ہے وہ فرزندانِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ ہیں جن کا نام اسلام سے پہلے بھی مسلم تھا اور اب بھی مسلم ہے۔ اور وہ لوگوں کے اعمال کا مشاہدہ کرنے والے اور ہر شے پر شہید ہیں۔ اور رسول کریمؐ رحمتہ العالمین اُن پر شہید ہیں یعنی وہ ذریتِ رسولؐ ہیں۔ مزید معلومات کے لئے سورہ بقرہ کے رکوع ۱۵ کی طرف رجوع ضروری ہے ارشاد باری ہے:

واذا ابتلی ابراهیم ربه بکلمٰت فاتمهن قال انی جاعلک للناس اماماً ط
قال و من ذریتی ط قال لاینال عهدی الظلمین o (البقرہ۔ آیت نمبر ۱۲۴)

ترجمہ: اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند کلمات سے اور اس نے انہیں پورا کر دیا تو فرمایا میں تجھے سب لوگوں کا امام بناؤں گا۔ عرض کیا (ابراہیمؑ نے) اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا (ہاں مگر) میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

ربِّ اکبر نے حضرت ابراہیمؑ کا چند کلمات سے امتحان لیا جو انہوں نے پورا کر دیا۔ تو ان کو امامت مطلقہ کی منزل پر سرفراز فرمایا۔ اس کے متعلق اصول کافی میں حضرت امام صادقؑ سے دو احادیث منقول ہیں۔ جن کا مفہوم حسب ذیل ہے:

حضرتؑ نے فرمایا کہ اللہ نے ابراہیمؑ کو عبد قرار دیا قبل اس کے کہ نبی قرار دیتا اور نبی قرار دیا قبل اس کے کہ رسول قرار دیتا۔ اور رسول قرار دیا قبل اس کے کہ خلیل قرار دیتا۔ پس جب یہ تمام کمالات و مدارج حضرت ابراہیمؑ کے لئے جمع ہو گئے تب فرمایا کہ اب میں تجھ کو تمام لوگوں کا امام مقرر کرتا ہوں۔ پس جب جناب ابراہیمؑ پر اس امامت مطلقہ کی عظمت ظاہر ہوئی تو اپنی اولاد کے

لئے بھی اسی منصب امامت مطلقہ کی دعا کی۔ رب کی طرف سے خطاب ہوا کہ یہ منزلت ظالموں کو نہیں پہنچے گی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ظالمین سے کیا مراد ہے؟ تو قرآن اس کا جواب یوں دیتا ہے۔ ان الشرک لظلم عظیم (بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے) اور شرک کی بہت سی منزلیں ہو سکتی ہیں۔ شرک ظاہری جو کھلی ہوئی نجاست ہے۔ شرک باطنی جو پوشیدہ رہتا ہے۔ یہ باطنی نجاست ہے۔ اس کے بھی بہت سے مدارج ہو سکتے ہیں، جلی و خفی۔ اس کے متعلق رسالہ ''خون ناحق'' میں وضاحت ہو چکی ہے۔ شائقین وہاں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے تو خفیف سے خفیف شرک کی بھی وضاحت فرما دی۔ تمام افعال اضطراری میں جو جسم انسان میں غیر ارادی اور لاشعوری طور پر ہوتے رہتے ہیں صرف پلک جھپکانے کا کام ایسا ہے جو لاشعوری طور پر خود بخود ہوتے رہنے کے ساتھ ساتھ انسان کو اس پر اختیار بھی حاصل ہے۔ پس اگر فریضہ فطری جان کر ادائے فریضہ کے لئے بالارادہ پلک جھپکائی جائے تو عبادت حقیقی ہوگی ورنہ شرک خفی۔ اب تو واضح ہو جاتا ہے کہ اس شرک خفی یا ظلم خفی سے سوائے معصوم کے اور کوئی منزہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی ہے:

واذقال ابراهیم رب اجعل هذا البلد امنا و اجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام o
(ابراہیم۔ آیت نمبر ۳۵)

ترجمہ:۔ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے کہا اے میرے پروردگار یہ شہر امن و امان والا قرار دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس امر سے محفوظ رکھ کہ ہم اصنام (بتوں) کی پرستش کریں۔

اکثر لوگ تو یہاں بتوں سے پتھر لکڑی وغیرہ کے مجسمے مراد لیں گے۔ مگر یہاں بتوں سے مراد تمام خواہشات و جذبات نفسانی اور تمام احکام نفس ہیں جن کی لاشعوری طور پر تسکین و تعمیل کی جائے۔ پس اس شرک سے معصوم ہی پاک ہو سکتا ہے۔

اب حضرت ابراہیمؑ کی دوسری دعا لے لیں جو ان فرزندان ابراہیمؑ کی عصمت پر دلالت کرتی ہے۔جن کے لئے جہاد فی اللہ کا حکم صادر ہوا ہے:

واذیرفع ابرھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ط ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم o ربنا و اجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک وارنا مناسکنا و تب علینا انک انت التواب الرحیم o ربنا و ابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایٰتک و یعلمھم الکتٰب والحکمة و یزکیھم ط انک انت العزیز الحکیم o (البقرآیت نمبر: ۱۲۷ تا ۱۲۹)

ترجمہ: اور جب اٹھاتے تھے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ خانہ کعبہ کی بنیادیں (تو دعا کرتے تھے) ہمارے رب ہم سے (یہ خدمت) قبول کر لے بیشک تو ہی سننے اور جاننے والا ہے۔ ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا مسلم بنا لے اور ہماری ذریت میں سے ایک امت کو اپنا مسلم (بنا لے) اور ہمیں ہمارے مناسک دکھا دے اور ہماری توبہ قبول کر لے بیشک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔اور ہمارے رب بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور تعلیم دے ان کو کتاب اور حکمت کی۔اور ان کا تزکیہ کرے۔ بیشک تو زبردست حکمت والا ہے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنی اولاد میں ایسے افراد خلق کرنے کی دعا فرما رہے ہیں جو انہیں کی مثل مسلم ہوں۔جن کے ایمان کی منزل وہی ہو جو ان کی اپنی ہے اور یہ بھی عرض کر رہے ہیں کہ انہیں میں سے ایک کو رسول بنا دے۔اور ایک خاص امر یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ایسے مومن ہیں جن کو اپنے ضمیر کے سوا کوئی اسلام کی طرف بلانے والا نہ تھا۔جیسا کہ دعائے مذکورہ سے ایک ہی آیت بعد مذکور ہے:

اذقال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العٰلمین o (البقرہ۔آیت۔۱۳۱)

ترجمہ: جب اس کے رب نے اس سے کہا اسلام لا۔اُس نے کہا میں اپنے رب کے لئے مسلم ہو گیا۔

پس یہاں جن فرزندان ابراہیمؑ کو "جہاد فی اللہ" کا حکم دیا گیا ہے وہ بھی ایسے ہی مسلم ہونے چاہئیں جن کو سوائے اُن کے ضمیر کے اور کوئی دعوت اسلام دینے والا نہ ہو۔اس کے لئے سورۂ آل عمران کا آخری رکوع دیکھیں۔اس میں "جہاد فی اللہ" کی کچھ تفصیل مل جائے گی:

ان فی خلق السماوات والارض و اختلاف الیل و النھار لایت لاولی الالباب o الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السماوات والارض ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار o ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ وما للظالمین من انصار o ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنو بربکم فامنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفر عنا سیٔاتنا وتوفنا مع الابرار o ربنا وآتنا ماوعد تنا علیٰ رسلک و لاتخزنایوم القیٰمة انک تخلف المیعاد o فاستجاب لھم ربھم انی لااضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض فالذین ھاجروا واخرجوا من دیار ھم و اوذوا فی سبیلی وقتلو وقاتلوا لاکفرن عنھم سیٔاتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھاالانھار ثوابا من عنداللہ واللہ عندہ حسن الثواب o (آل عمران۔آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵)

ترجمہ:۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی خلقت میں اور رات دن کے تغیر میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے کروٹ پر لیٹے ہوئے اور غور کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی خلقت پر (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے انہیں عبث خلق نہیں کیا تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے

بچا۔ اے ہمارے رب جسے تو نے (جہنم کی) آگ میں داخل کیا سو اس کو رسوا کر ڈالا۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کو پکارتے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لے آوٴ۔ پس ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے، اے ہمارے رب (اب) دے دے ہمیں جو وعدہ کیا تھا اپنے رسولوں سے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی۔ میں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تمہارے بعض بعض میں سے ہیں وہ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے۔ اور جنھوں نے قتال کیا اور قتل ہو گئے۔ میں البتہ ان سے ان کی برائیاں دور رکھوں گا۔ انہیں جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ بدلا ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے۔

بعض مشککین سوال کر سکتے ہیں کہ جن صاحبان عقل کا اس رکوع میں ذکر ہے کیا وہ فرزندان ابراہیمؑ ہی ہیں تو اس کے لئے اس پر غور کریں کہ وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اے رب ہم نے پکارنے والے کی پکار سنی کہ اپنے رب پر ایمان لے آوٴ پس ہم ایمان لے آئے۔ اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ رب کے اور ان بندوں کے درمیان ان کو دعوت دینے والا سوائے ان کے ضمیر کے کوئی نہیں ہے تو ایسے مسلم سوائے فرزندان ابراہیمؑ کے اور ہو ہی نہیں سکتے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اب ہمیں وہ عطا کر دے جو تو نے اپنے رسولوں سے وعدے کئے ہوئے ہیں۔ اب تمام قرآن دیکھ جائیں کہ سوائے حضرت ابراہیمؑ کے اور کسی رسول سے اللہ تعالیٰ نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو امامت مطلقہ پر فائز فرمایا تو انہوں نے فوراً اپنی اولاد کے لئے بھی

اس منزلت کی دعا فرمائی تو ارشاد ہوا کہ یہ عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ یعنی اس عہد کے اہل سوائے معصومین کے اور کوئی نہیں۔ یہ ہے وہ وعدہ جس کو ضمیر کی آواز پر ایمان لانے والے مومن یاد دلا کر وفا کرنے کی استدعا کر رہے ہیں۔ تو یہ سوائے رسول آخر الزماںؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے اور کون ہو سکتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ہی نے طلب کیا تھا کہ ہماری مثل امت مسلمہ ہماری نسل میں پیدا کر دے۔ اور ان میں سے ایک کو رسول بنا دے۔ پس جب یہ فرزندان ابراہیمؑ وعدے کی وفا طلب کرتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے رب نے ان کی بات مان لی اور قبول کر لی۔ ان کی صفت یہ بھی بیان کی کہ تمہارے بعض بعض میں سے ہیں۔ احادیث دیکھنے والا تو فوراً سمجھ لے گا کہ یہ سوائے پنجتنؑ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد رکوع میں جہاد فی اللہ کی کچھ تفصیل بھی آتی ہے کہ اس میں کیا کیا امور شامل ہیں:

۱۔ ہجرت، گھر سے نکالا جانا۔

۲۔ ہر طرح کی بلائیں اور مصیبتیں راہِ خدا میں برداشت کرنا۔

۳۔ قتال بالسیف۔ تلوار سے دشمنوں سے لڑنا پھر خود بھی قتل ہو جانا۔ قتال کی بھی کھلی اجازت نہیں ہے کہ اپنی طاقت بھر دشمنوں کو قتل کر سکیں بلکہ حکم ہے کہ صبر کرتے رہیں اور اپنے ساتھیوں اور اصحاب کو بھی کھلے قتال کی اجازت نہ دیں بلکہ ان کو صبر کی ہدایت کریں۔ اس لئے کہ اس قتال کا مقصدِ مقصود دشمنوں کو قتل کرنا نہیں ہے بلکہ اپنی قربانی پیش کرنا ہے۔ اکثر قارئین کو خیال ہوگا کہ ”جہاد فی اللہ“ یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے قتال کے بعد بھی کچھ کرنا ہے جس کی تفصیل سورۂ مزمل میں ملے گی۔

ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی الیل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معک والله یقدر الیل و النهار علم ان لن تحصوه فتاب علیکم فاقروٴ اما تیسر من القرآن علم ان سیکون منکم مرضیٰ واخرون یضربون

فی الارض یبتغون من فضل الله وآخرون یقاتلون فی سبیل الله زصلے
فاقروٗ اماتیسرمنه واقیموالصلٰوة وآتواالزکاة واقرضوا الله قرضاً حسناً
وماتقدموا لانفسکم من خیر تجدوه عند الله هو خیراً واعظم اجراً
واستغفرالله ان الله غفورٌ رحیم o (المزمل۔آیت نمبر۲۰)

ترجمہ:۔ بیشک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کھڑا رہتا ہے تقریباً دو تہائی رات اور نصف رات اور تہائی رات اور ایک چھوٹا سا گروہ ان لوگوں کا جن کو تیری معیت حاصل ہے اور اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ کرسکتا ہے۔ جانتا ہے کہ تم اس پر حاوی نہیں ہو سکتے پس تمہاری طرف متوجہ ہوا۔ پس پڑھو جو تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو قرآن میں سے وہ جانتا ہے کہ تم میں سے مریض ہوں گے اور دوسرے مارے مارے پھریں گے زمین میں اللہ کا فضل تلاش کرتے اور دوسرے جو اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔ پس پڑھو جو کچھ تم اس میں سے آسانی سے پڑھ سکتے ہو اور صلٰوۃ قائم کرو اور زکٰوۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اور جو بھی بھلائی اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو گے اس بھلائی کو اللہ کے پاس پاؤ گے بہتر اور بزرگ تر صلہ اور اللہ سے مغفرت چاہو بیشک اللہ غفور الرحیم ہے۔

یہاں ایک چھوٹے سے گروہ کا ذکر ہے جس کو رسولؐ کی معیت حاصل ہے اور یہ امر واضح ہے کہ سوائے اہل بیتؑ کے اور کسی کو معیت رسولؐ حاصل نہیں تو اہل بیتؑ سے خطاب کرکے یہ کہا جارہا ہے کہ اللہ جانتا ہے تم میں مریض ہوں گے۔ اب مریض کی شان یہ دکھلائی جارہی ہے کہ اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو رضائے الٰہی کے لئے زمین میں مارے مارے پھریں گے۔ کیا یہ مریض آل عبا امام زین العابدینؑ، اور ان مظلوم قیدی عورتوں اور بچوں کا ذکر نہیں ہے جو اس مریض کے ساتھ تھے۔ نیز اس مریض کے ساتھ ایک گروہ کا ذکر ہے جو قتال کریں گے اور قتال کے بعد بھی ان کو حکم ہوتا ہے کہ قرآن میں سے جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھتے رہنا۔ اسی حکم

کی تعمیل تھی جو قتال کے بعد سید الشہداءؑ کا سر مبارک نوک نیزہ پر بھی مصروف تلاوت رہا۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ صلٰوۃ قائم کردو۔ چنانچہ قیامت تک کے لئے قائم کردی۔ پھر حکم تھا زکٰوۃ دو تو جانوں کی زکٰوۃ تو دے ہی چکے تھے۔ مال بھی تمام فوج یزید نے لوٹ لیا۔ اور اس طرح جان و مال دونوں کی زکٰوۃ ادا ہوگئی۔ اس کے بعد بھی حکم ہوتا ہے کہ اللہ کو قرض حسنہ دو۔ تو اہل حرم کے پاس اب رکھا ہی کیا تھا۔ مخدرات عصمت وطہارت نے سروں کی چادریں قرضِ حسنہ میں دے دیں۔ بچوں نے ہاتھوں کے کڑے، کانوں کے گوشوارے کانوں کی لویں اور خون قرضہ حسنہ میں پیش کردیا۔ اب ''جہاد فی اللہ'' ختم ہوتا ہے۔

❀❖❀❖❀
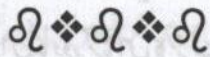
نوٹ:۔ قارئین جہاد فی اللہ کا مطالعہ کرچکے مگر بہت کم اذہان ایسے ہوں گے جن پر تمام مطالب ظاہر ہوئے ہوں۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمام مضامین کا لب لباب مختصراً لکھ دیا جائے۔

جہاد فی اللہ کا لبِ لباب

اسلام کے متعلق تو کسی شخص کے لئے اس کا امکان نہیں کہ اس کی حقیقت سمجھ سکے۔ جب تک کہ اس کو بعثت رسولؐ کے مقصد کا صحیح اور پورا علم حاصل نہ ہو۔ کلام اللہ میں جہاں بھی بعثت کا ذکر ہے اس کا مقصد یہی بتلایا گیا ہے کہ نفوس خلقت کا تزکیہ کرے اور ان کو علم وحکمت سکھلائے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ تزکیہ سے کیا مراد ہے۔ تو تزکیہ کے معنی ہیں پاک کرنا یعنی ہر قسم کی خرابی اور نجاست جو نفس میں ہو اس کا دور کرنا اس کا تزکیہ ہے انسان میں تمام برائیوں خرابیوں اور نجاستوں کی بنیاد اس کی غفلت ہے جس کی خبر قرآن میں سورہ تکاثر میں دی گئی ہے۔

الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر (تمہیں تو بڑھوتری کی چاہ یعنی ہوس نے ہی غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم قبروں سے ملے) اور حضور رسول مقبولؐ نے فرمایا ہے۔

الناس نیام اذا ماتوا انتبھو (لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مریں گے تب جاگیں گے)۔ اس غفلت اور سوئے ہوئے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ہر گفتگو کرنے والے کی تقریر کے ہر لفظ اور ہر کلمے کے واسطے یہ اپنی مدرکات کے خزانوں سے تصاویر یا کیفیات نکال کر لاتا ہے اور ان سے ملا کر سمجھتا چلا جاتا ہے اور جسم کے اندر تمام افعال اضطراری جو ہر وقت ہوتے رہتے ہیں ان کا فاعل بھی یہی ہے۔ مگر خود اس کو اپنے ان تمام افعال وحرکات میں سے کسی ایک کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ یہ ہے اس کی غفلت اور اس کے سوئے ہوئے ہونے کا ثبوت۔

جو بھی نقصانات اس کو دنیا کی زندگی میں پہنچتے ہیں۔ بیماریاں، جانی و مالی نقصانات، غلط

تجویزیں، حادثات اور اتفاقی وحادثاتی اموات غرض یہ کہ تمام آفات ومصائب کی علت اس کی غفلت اور سویا ہوا ہونا ہے اور خالق نے جو علم وحکمت کے خزانے اس کے اندر ودیعت فرمائے ہیں ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور بالکل محروم ہی رہتا ہے۔ سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وجود باری کا یقین قلبی اسے حاصل نہیں ہوتا اور ایمان حقیقی یعنی ایمان بالقلب اس کو میسر نہیں آتا جس کے باعث ان منازل میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں کرسکتا جن کے لئے یہ خلق کیا گیا ہے۔ باری تعالیٰ نے تو انی جاعل فی الارض خلیفه کہہ کر بتلا دیا ہے کہ ہم نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ زمین میں ہمارا خلیفہ ہو۔ ہماری صفات کا مظہر بنے اور ہماری نیابت میں تمام مخلوق پر تصرف کرے جس کا وعدہ حدیث قدسی میں کیا گیا ہے۔ عبدی اطنعی اجعلک مثلی......(میرے بندے میری اطاعت کر میں تجھے اپنے جیسا بنالوں گا۔) مگر افسوس کہ اپنی بدنصیبی سے شیطان کا بندہ بنا رہتا ہے باری تعالیٰ کے بندگان مخلص جن کو معیت اللہ حاصل ہوتی ہے ان کے مدارج اگر دیکھنے ہوں تو احادیث دیکھیں۔ اصول کافی میں اس مضمون کی دو احادیث ہیں جن کا مفہوم ایک ہی ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو عبد قرار دیا قبل اس کے کہ نبی بناتا۔ نبی قرار دیا قبل اس کے کہ رسول بناتا۔ اور رسول قرار دیا قبل اس کے کہ خلیل بناتا اور خلیل قرار دیا قبل اس کے کہ امام بناتا"۔

پس جب یہ تمام کمالات حضرت ابراہیمؑ کی ذات میں جمع ہو گئے تب ارشاد فرمایا کہ اب میں تجھ کو تمام لوگوں کا امام بناتا ہوں۔ پس جب اس منزلت کی عظمت جناب ابراہیمؑ پر ظاہر ہوئی تو بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ اے رب اور میری اولاد میں سے تو فرمایا کہ میرا یہ عہد ظالمین کو نہیں پہنچے گا۔ مطلب یہ کہ امامت مطلقہ کا عہدہ صرف ان ہی لوگوں کے لئے ہے جن میں ظلم کا ذرا شائبہ بھی نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ جس منزل امامت مطلقہ پر فائز ہوئے اور جس کے لئے اپنی ذریت میں جاری

ہونے کی استدعا کی اس کا سمجھنا عام لوگوں کے لئے ذرا مشکل ہے۔ امام کہتے ہیں اس کو جو آگے ہونے والا ہو اور ماموم یا مقتدی وہ ہوتے ہیں جو اس کے پیچھے ہوں۔ تو خدا کے سامنے تمام لوگوں سے آگے ہونے والے جبکہ تمام لوگ ان کے پیچھے ہوں حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ یعنی وہ خدا کے اور تمام لوگوں کے درمیان واسطہ اور وسیلہ اور خدا تک پہچانے کا ذریعہ ہیں۔ جناب باری تعالیٰ تو بخشش کرنے والوں میں سب سے بڑا بخشش کرنے والا ہے۔ وہ اکرم الاکرمین ہی نہیں بلکہ خالق کرم ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے تو اپنی ذرّیت کے لئے امامت مطلقہ کی درخواست کی تھی رب العزت نے اس کے سوائے اس سے کہیں اعلیٰ منزل ولایت مطلقہ ذریت ابراہیمؑ کے لئے مخصوص کردی جو عبدیت کی منزل منتہا ہے۔ ولایت مطلقہ پر فائز ہونے والے کا قول وفعل خدا ہی کا قول وفعل ہوتا ہے۔ وہ خدا سے جدا نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا ہی کی قدرت وقوت اس میں عامل ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ بھی اس کی طرف اشارہ کرگئے ہیں۔ ماعلی بشر کیف بشر۔ ربہ فیہ تجلی و ظھر۔

ذرّیت ابراہیمؑ میں ولایت مطلقہ ودیعت فرمانے کی خبر دے دی ہے۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون ۝ (المائدہ۔ آیت نمبر ۵۵)

ترجمہ:۔ (سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں)

ولی مطلق کی شان اور اس کی صفات عقل وفہم انسانی سے بلندتر ہیں۔ وہ تمام صفات الٰہیہ کا مظہر اور ہر شے پر قادر ہوتا ہے۔ ہمارے لئے تو صاحبان معرفت کامل کی کیفیات اور صفات نفسی کا سمجھنا ہی مشکل ہے۔ چہ جائیکہ امامت مطلقہ اور ولایت مطلقہ پر فائز ہونے والے کی کیفیات کا تصور کرسکیں۔ اچھا اس کے لئے کچھ علوم ظاہری سے بھی مدد لیتے چلیں۔ علم طبیعات میں یہ نظریہ تمام دنیا میں مسلّم ہوچکا ہے کہ تمام یونیورس میں ہر مقام اور ہر جگہ پر تخلیقی نوری شعاعیں موجود

ہیں۔ انہیں شعاعوں کے منقسم ہونے سے برق پیدا ہوتی ہے۔ اب ذرا برق کے اثرات ایکسرے مشینوں میں دیکھیں کہ جب کسی شخص کو فوٹو لینے کے لئے اسکرین پر کھڑا کیا جاتا ہے تو جتنی برقی قوت بڑھاتے جائیں اتنا ہی جسم شفاف وغیر مرئی ہوتا جاتا ہے۔ اور قوت بڑھاتے جائیں تو تمام جسم غیر مرئی ہوجائے گا۔ پس جب برقی شعاعوں سے جسم انسانی غیر مرئی ہوجاتا ہے تو مورث برق نور جن اجسام میں عامل ہوگا ان کا نظر آنا کیسے ممکن ہے۔ اصول کافی میں متعدد حدیثیں موجود ہیں کہ معصومینؑ نے فرمایا ہے۔ ''نور ایمان ہر مومن کے دل میں آفتاب سے زیادہ روشن ہوتا ہے''۔ پس جس مومن صاحب معرفت کے قلب میں نور ایمان چمک رہا ہو اور ان اللہ یحول بین المرء قلبہ (الانفال۔ آیت ۲۴) کا ثبوت دے رہا ہو اس مومن کامل کے جسم کا نظر آنا محال عقلی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ لوگ نظر کس طرح آتے ہیں۔ تو ان کا نظر آنا ان کے اپنے ارادے پر منحصر ہے۔ غیر مرئی جسم کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مصیئی کی شعاعیں اس میں سے گزر جاتی ہیں مگر جب غیر مرئی شخص شعاعوں کو لوٹانے کا ارادہ کرلے تو وہ نظر آنے لگے گا۔ اکثر لوگوں کو اس کا تجربہ ہوا ہے کہ ایک فقیر راہ میں یا کسی گھر کے دروازے پر کوئی خبر دیتا ہے اس کے منہ پھر اتے ہی لوگ اس سے بات کرنے کے لئے دوڑتے ہیں مگر وہ نظر نہیں آتا۔ یہ کیا ہے؟ یہ محض قوت ارادی کا ایک کرشمہ ہے پس جب ایک صاحب معرفت کامل کا نظر آنا بغیر خود اس کے ارادے کے ممکن نہیں تو امامت مطلقہ اور ولایت مطلقہ پر فائز ہونے والے جب تک وہ خود ہی اپنے دکھانے کا ارادہ نہ کریں کیسے نظر آسکتے ہیں۔

پھر نور مادّے کا محتاج نہیں۔ لہٰذا حامل نور کو جس کے قلب میں نور چمک رہا ہو مادّی غذاء پانی، آب وہوا کی احتیاج نہیں ہوسکتی۔ نہ اس کو سونے کی حاجت نہ جاگنے کی اور جو حوائج عام انسانوں کو لاحق ہوتے ہیں ان سب سے وہ منزہ ہوتا ہے۔ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے نہ حرکت کی ضرورت ہے نہ سواری کی۔

مندرجہ بالا حالات میں ولی ہو یا امام انسانوں کی ہدایت نہیں کرسکتا۔ ہدایت خلق کے لئے ضروری ہے کہ عوام الناس پر جیسی کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں ویسی ہی کیفیات اپنے اوپر طاری کر کے دکھاتا رہے۔ صرف اسی طرح انسانوں کی ہدایت کر سکے گا۔ اسی لئے حکم ہوا۔ قل انما انا بشر مثلکم (کہہ دو کہ میں بھی تمہیں جیسا بشر ہوں)۔ لہٰذا ہر ہادی پر لازم ہے کہ ہدایت خلق کے لئے ان ہی کی طرح بشر بن کر رہے۔

اب واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کامل کی زندگی کا پیدائش سے لے کر وفات تک ہر حرکت و سکون اور ہر قول و فعل تقیہ یا مکر ہے۔ اور روایات و تواریخ و احادیث تمام ظاہر سے تعلق رکھتی ہیں۔ لہٰذا جس مذہب کی بنیاد روایات پر ہو حقیقت سے اس کو دور کا تعلق بھی نہیں ہوسکتا۔ اس مذہب سے کسی پر حقیقت روشن نہیں ہوسکتی۔

یہ امر تو قارئین پر بیانات مذکورہ سے واضح ہو چکا کہ حضرت خلیلؑ و اسمٰعیلؑ کی دعاؤں کے مطابق ان کی ذرّیت میں اللہ نے ویسے ہی صاحبانِ ایمان کامل پیدا کئے اور انہیں میں سے ایک کو حسب استدعا رسول مقرر کیا۔ اور ہدایت خلق پر سرفراز فرمایا تا کہ انسانوں میں سے جو اہل ہوں ان کے نفسوں کا تزکیہ کر کے صفات الٰہیہ کے حامل مثل اللہ انسان پیدا کریں۔

یہ امر بھی واضح ہو چکا کہ نفس انسان غفلت اور لاشعوری میں غرق اور بالکل غافل سویا ہوا ہے۔ اس کو جگانے کے لئے اذیت روحانی کی ضرورت ہے تا کہ دلوں میں درد پیدا ہو۔ اور ماہی بے آب کی طرح تڑپیں جس سے غفلت دور ہو اور عالم نور کا ادراک ہو جائے۔ اسی لئے سورہ کوثر میں رسولؐ کو حکم ہوتا ہے کہ تم کو ہم نے کثرت نسل اس لئے عطا کی ہے کہ قربانیاں دیتے رہو۔ ایسی قربانی کے لئے جس کا دیکھنا ہی نہیں بلکہ ذکر سننا بھی فطرتاً نیک نفس انسان کے دل کو ماہی بے آب کی طرح تڑپادے۔ ضرورت ہے کہ ایک عظیم ہنگامۂ درد برپا کر کے انتہائی مظلومیت کا مظاہرہ کیا جائے۔ پھر مظلوم بننے کے لئے ظالم و جابر، شقی القلب افواج اور صاحبانِ حکومت کا موجود ہونا بھی

ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ظلم و عدوان کا ذریعہ بننے والے یہود و نصاریٰ، کفار و مشرکین یعنی اغیار بھی نہ ہوں ورنہ وہ ہمیشہ طعنہ زنی کرتے رہیں گے کہ ہم نے تمہارے پیشواؤں کو قتل کر ڈالا لہٰذا ضروری ہے کہ وہ غیر مسلم نہ ہوں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ یہ مظلومیت کا مظاہرہ ہنگامۂ درد ایک وسیع مملکت کے درمیان واقع ہو۔ تا کہ آباد دنیا کے ایک بڑے حصے کے رہنے والے اس سے متاثر ہوسکیں۔ لہٰذا پہلی ضرورت یہ ہے کہ سلطنت اسلامی کی توسیع کی جائے جو رسولؐ و آل رسولؐ کے ذریعہ سے ہونا ممکن نہیں۔ اس لئے کہ رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ تو اہل علم کو اپنی محبت کی طرف بلاتے ہیں۔ اور فطرت کا قانون یہ ہے کہ مفتوح قوم فاتحین سے محبت نہیں کرسکتی۔ دوسرا امر یہ ہے کہ عرب بڑے شتر کینہ ہوتے ہیں اور غزوات اسلامی میں کفار و مشرکین کے مشاہیر قتل ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے مقتولین کے قبائل آل رسولؐ کے ساتھ مل کر عمل نہیں کرسکتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ فتوحات ملکی کے لئے ایک تنظیم عسکری یا حکومت قائم کی جائے جس کے سربراہ ایسے اشخاص بنائے جائیں جن کے ہاتھ سے کسی کو زخم نہ لگا ہو اور تنظیم عسکری کے انقدام و انصرام کی اہلیت بھی رکھتے ہوں۔ توسیع مملکت کے بعد یہی حکومت بغض و عداوت رکھنے والے گروہ تک پہنچا دی جائے۔ اور اسی کو مظلومیت کے مظاہرے کا ذریعہ اور واسطہ قرار دیا جائے۔ توسیع سلطنت اسلامی کی سربراہی کے لئے تو رسولؐ و آل رسولؐ نے ایسے اشخاص منتخب کر رکھے تھے جن میں وہ اوصاف موجود تھے جن کی تنظیم کی سربراہی کے لئے ضرورت تھی اور انہی افراد سے قرابتیں کر کے ان کو تقرب ظاہری سے سرفراز فرماتے رہے۔ توسیع مملکت کے بعد حکومت مادّی کی سربراہی کا سوال تھا۔ تو اس کے لئے بنی ہاشم کے قدیم دشمن بنی اُمیہ ہی مناسب تھے۔ اس قبیلے کی سربراہی ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی جو سات آٹھ سال مسلسل رسولؐ اور اسلام کے مٹانے کی ناکام کوشش کرتا رہا اور اس دوران میں ان کے قریب ترین محبوب اعزا اور قرابتدار رسولؐ کے اعزا کے ہاتھوں قتل ہوئے جس کے باعث آتش انتقام نے عداوت کے شعلے کو اور بھی بھڑکا دیا نیز رسول کریمؐ اپنی

زندگی ہی میں ایسے بیانات دیتے رہے جن سے بنی اُمیہ کے قلوب میں حصول حکومت کے لئے شوق اور حرص پیدا ہو۔ مثلاً بتکرار ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ بنی اُمیہ میرے منبر کے وارث ہو جائیں گے۔ اس کے لئے ایسے ذرائع اور اسباب مہیا کئے جاتے رہے جن سے بنی اُمیہ تک حکومت کا پہنچنا ممکن ہو جائے۔ امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ ظاہراً تو بنی اُمیہ کی مخالفت کرتے رہے مگر باطناً ایسے مواقع مہیا کرتے رہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی مجبوری ولا چاری اور ان کے لشکروں کی بے وفائی کے باعث بنی اُمیہ کو غلبہ حاصل ہو گیا اور وہ سلطنت اسلامی کے وارث ہو گئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مشیتِ خدا کے مطابق ایک ہزار مہینے بنی اُمیہ کی حکومت کے مقدر کئے گئے تھے۔ جس کی خبر سورہ قدر میں لیلۃ القدر خیر من الف شہر میں دے دی گئی ہے غرض کہ بنی اُمیہ کو امام حسنؑ نے حکومت بخش دی۔ اب وہ مناسب وقت آ گیا جب عظیم ہنگامہ دردبرپا کر کے انتہائی مظلومیت کا مظاہرہ اہل علم کے سامنے پیش کر دیا جائے اور وہ زمین عراق پر میدان کربلا میں پیش کر دیا گیا:

ان لله وان اليه راجعون ٥ اللهم صلى علىٰ محمد و آل محمد و بارک علی محمد و آل محمد وارحم علیٰ محمد و آل محمد کا فضل ما صليت و بارکت و ترحمت علی ابراهيم و آل ابراهيم انک حميد مجيد۔

♌❖♌❖♌

وظائف الطالب

ایک روز ایک شناسا مجھ سے کہنے لگا کہ رسول کریمؐ نے یہ اعلان کیا تھا کہ تم لاالٰہ الااللہ کہہ لو تو قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں تمہارے ہاتھوں میں ہوں گی۔ میں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا تو اس نے کہا کہ اگر یہی مضمون کلام اللہ میں مل جائے تب تو اس کو مان لو گے یا نہیں۔ میں نے کہا ہاں اس وقت تو ماننا ہی پڑے گا۔ تو اس نے یہ آیات تلاوت کیں۔

فهل انتم مسلمون٥ من کان يريدُ الحيوة الدنيا و زينتها نوفِ اليهم اعمالهم فيها و هم فيها لايبخسون٥ اولئک الذين ليس لهم فی الاخرة الاالنار زصلے وحبط ماصنعو فيها و بطل ما کانو يعلمون ٥

(سورہ ہود۔ آیت نمبر ۱۴ تا ۱۶)

ترجمہ:۔ کیا تم اب بھی اسلام لاؤ گے (یا نہیں) جو بھی حیات دنیا اور اس کی زینت کا طلب گار ہوگا۔ ہم اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسی میں (دنیا میں) دے دیں گے۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جن کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے کچھ نہیں۔ اور جو کچھ اس دنیا میں انہوں نے کیا اسے مٹا دیا جائے گا اور جو اعمال انہوں نے کئے انہیں باطل قرار دیا جائے گا۔

میں نے کہا سچ بتانا کہ یہ آیات اس حدیث کی تائید میں تم نے خود تلاش کیں یا کسی دوسرے شخص نے بتائی ہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے نہیں تلاش کی ہیں بلکہ ایک روز ایک کباڑیئے کی دکان پر ردّی کی کتابوں کے ڈھیر میں سے کوئی کام کی چیز تلاش کرتے ہوئے ایک فارسی کی کتاب جس پر ”وظائف الطالب“ لکھا ہوا تھا، ملی۔ کتاب قلمی تھی۔ بہت سے صفحے پانی میں بھیگنے

کی وجہ سے خراب ہو چکے تھے۔ اس کے ایک صفحہ پر مذکورہ بالا آیات درج تھیں۔ اور نیچے فارسی میں لکھا تھا کہ ان آیات میں سے مال دنیا کا حریص طالب اگر دوسری آیت من کان...... کا بعد نماز جمعہ ورد کرتا رہے گا تو چالیس دنوں کے بعد اس کا فائدہ دیکھ لے گا۔

میں نے اشتیاق ظاہر کیا کہ بھائی وہ مجھے بھی دکھلا دو۔ کہنے لگا دکھلانا کیا معنی اگر آپ یہ عہد کریں کہ جب بھی موقع ہوگا اس کتاب کے مابقراء حصے کو طبع کرا دیں گے تو میں وہ کتاب آپ کے حوالے کر دوں گا۔ چنانچہ اسی ہفتہ میں وہ بوسیدہ کتاب میرے حوالے کر دی۔ اب اس کتاب میں سے جو کچھ پڑھا جا سکتا ہے ہدیۂ قارئین کرتا ہوں:

شر شیطان سے محفوظ رہنے کے لئے طالب کو چاہئے کہ ہر شب جمعہ تین مرتبہ پڑھے:

والیتن والزیتون o وطور سینین o وھذا البلد الامین o لقد خلقنا الانسان احسن تقویم o ثم رددناہ اسفل سافلین o الا الذین امنو و عملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنون o (سورہ التین۔ آیت نمبر ۱ تا ۶)

ترجمہ: تین اور زیتون کی قسم وطور سینین کی اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو بہترین ہیئت میں خلق کیا۔ پھر پھیر دیا اس کو پست ترین حالت پر سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے۔ ان کا اجر بے انتہا ہے۔

....

ظالم اور جابر حکام اور بددیانت اور بدباطن پڑوسیوں کے شر سے بچنے کے لئے طالب کو چاہئے کہ آیات مندرجہ ذیل بعد نماز جمعہ تلاوت کیا کرے:

اراء یت الذی یکذب بالدین o فذلک الذی یدع الیتیم o ولا یحض علی طعام المسکین o فویل للمصلین o الذین ھم عن صلاتھم ساھون o الذین ھم یراؤن o ویمنعون الماعون o (سورہ۔ ماعون آیت ۱ تا ۸)

ترجمہ:۔ کیا تو دیکھتا ہے اس کو جو جھٹلائے گا دین کو وہی تو ہے جو یتیم خاص کو دھکے دے گا۔ اور مسکینوں کو کھلانے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔ پس ویل ہے نمازیوں کے لئے جو صلوٰۃ (حقیقی) سے غافل ہیں۔ جو (صرف) دکھانے کے واسطے کرتے ہیں اور مانگی ہوئی چیز نہ دیں گے۔

....

جو شخص کسی دوست نما دشمن کے شر سے بچنے کا طالب ہو تو شب جمعہ میں آیات مندرجہ ذیل تین مرتبہ تلاوت کر کے ایک مرتبہ سورہ فلق پڑھ کر دعا کرے:

ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا و یشھد اللہ علی مافی قلبہ وھو الد الخصام o و اذا تولیٰ سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لایحب الفساد o واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزہ بالاثم فحسبہ جھنم ولبئس المھاد o ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد o (سورہ البقرہ۔ آیت نمبر ۲۰۴ تا ۲۰۷)

ترجمہ:۔ اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے کہ اس کا قول دنیوی زندگی میں تجھے اچھا لگتا ہے اور وہ اپنی دلی محبت پر خدا کو گواہ مقرر کرتا ہے حالانکہ وہ بدترین دشمن ہے اور جب وہ حاکم بنا دیا جائے گا تو کوشش کرے گا زمین میں فساد کی اور کھیتی (زرعی جائداد) اور نسل کو ہلاک کرنے کی اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اسے غرور گناہ پر ابھارتا ہے۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جس نے اپنا نفس بیچ دیا ہے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔

جو شخص اس کا طالب ہو کہ اپنے شریر ملازمین یا غلاموں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہے۔ اس

کو چاہئے کہ بعد نماز مغرب تین مرتبہ یہ پڑھ لیا کرے:

ضرب الله مثلاً عبدامملوکا لایقدر علی شیء ومن رزقناہ منا رزقا حسنا
فھو ینفق منہ سرا وجھرا ھل یستوون الحمد لله بل اکثرھم لایعلمونo
وضرب الله مثلاً رجلین احد ھما ابکم لایقدر علی شیء وھو کل علیٰ
مولاہ اینما یوجھہ لایات بخیر ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو علیٰ
صراط مستقیم o (سورہ النحل۔ آیت نمبر۔ ۷۵ تا ۷۶)

ترجمہ:۔ اور اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک غلام کی جو نہیں قدرت رکھتا کسی شے پر اور
جس کو ہم نے اپنے پاس سے رزق دیا رزق حسنہ پس وہ خرچ کرتا ہے اس کو چھپا کر اور
ظاہراً، کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ پر بہت سے
لوگ نہیں جانتے اور اللہ مثال بیان کرتا ہے دو آدمیوں کی۔ ان میں سے ایک گونگا
ہے۔ کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے مالک پر بار ہے۔ جہاں بھی اس کو بھیجتا
ہے کوئی بھلائی کر کے نہیں لاتا۔ کیا وہ اس (دوسرے) کے برابر ہو سکتا ہے جو انصاف
کا حکم دیتا ہے۔ اور صراط مستقیم پر ہے۔

....

جس شخص کے کئی افراد ایسے دشمن ہوں کہ اس کو شہر میں بدنام کرنے کا پروپیگنڈا کر رہے
ہوں اس کو چاہئے کہ روزانہ بعد نماز مغرب یہ آیات تلاوت کرے۔

ن والقلم و مایسطرونo مآانت بنعمۃ ربک بمجنونo وان لک لاجرا
غیرممنون o وانک لعلیٰ خلق عظیمo فستبصرو یبصرونo بایکم
المفتون o ان ربک ھو اعلم بمنضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین o
فلا تطع المکذبینo ودوالوتدھن فیدھنون o (سورہ القلم۔ آیت نمبر۱ تا ۹)

ترجمہ:۔ قسم ہے قلم اور دوات کی اور جو لکھیں گے۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ
نہیں اور بیشک تیرے لئے بے انتہا اجر ہے۔ اور تو تو خلق عظیم پر ہے۔ پس جلد ہی تو
بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون فاتر العقل ہے۔ بیشک تیرا
رب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا۔ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں
کو۔ پس نہ کہنا مان جھٹلانے والوں کا اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تو ڈھیلا ہو جائے
تا کہ وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں۔

....

اور اگر کوئی ایک فرد چغلخور، قبیح، بدنام اور گلیارا اس کو بدنام کرنے پر تلا ہوا ہو تو مندرجہ ذیل
آیات کی روزانہ نماز عشاء کے بعد گیارہ مرتبہ تلاوت کرے:

ولاتطع کل حلاف مھینo ھماز مشاء بنمیمo مناع للخیر معتد اثیمo
عتل بعد ذلک زنیمo ان کان ذامال وبنینo اذا تتلی علیہ آیتنا قال
اساطیر الاولینo سنسمہ علی الخرطوم o (سورہ القلم۔ آیت نمبر ۱۰ تا ۱۶)

ترجمہ:۔ اور نہ کہا مان کسی قسمیں کھانے والے ذلیل کا، طعنے دیتا اور چغلی کھاتا پھرتا
ہے۔ بھلے کام سے روکنے والا حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار، اجڈ اور اس کے بعد ولد
الزنا۔ رکھتا ہے مال اور بیٹے۔ جب ہماری آیات اس پر تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے
گزرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں ہم داغ دیں گے اس کو ناک پر۔

....

جس شخص کو عیار و مکار، ظالم و جابر حکام کے شر سے محفوظ رہنے کی طلب ہو اس کو چاہئے کہ
سورہ محمدؐ کے تیسرے رکوع سے یہ آیات روزانہ بعد نماز عشاء سات مرتبہ تلاوت کر لیا کرے۔

ویقول الذین آمنوا لولا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ وذکر فیھا

القتال رايت الذين فی قلوبهم مرض ينظرون اليک نظر المغشی عليه من الموت فاولیٰ لهمo طاعة وقول معروف فاذا عزم الامر فلو صدقوا الله لكان خيرا لهمo فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامكمo اولئک الذين لعنهم الله فاصمهم واعمیٰ ابصارهمo افلايتدبرون القران ام علی قلوب اقفالها o (سورہ محمدؐ۔آیت نمبر ۲۰ تا ۲۴)

ترجمہ:۔اور وہ جو ایمان لائے کہتے ہیں کیوں نہیں کوئی سورت نازل ہوتی اور جب نازل ہوتی ہے محکم سورت اور اس میں قتال کا ذکر ہو تو تو دیکھتا ہے ان کو جن کے دلوں میں روگ ہے۔ تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بیہوش پڑا ہوا مرنے کے وقت بھاری ہے ان پر طاعت اور بھلی بات۔پس جب کسی کام کا عزم ہوگا تو اگر سچے رہیں اللہ کے ساتھ تو ان کا بھلا ہے۔پس کیا وہ وقت قریب نہیں جب تم حاکم بنادیے جاؤ گے تو فساد کرو گے زمین میں اور قطع رحم کرو گے۔ایسے لوگ وہی ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پس ان کو بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں اندھی کردیں کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔

....

ایک شخص جو ایسے دشمنوں میں گھرا ہوا ہو جو بڑی خیر خواہی اور دوستی جتلانے والے ہوں اس کو چاہئے کہ مندرجہ ذیل آیات بعد نماز جمعہ سات مرتبہ تلاوت کرے۔

ان الذين ارتدو اعلیٰ ادبارهم من بعد ماتبين لهم الهدی الشيطن سول لهم واملیٰ لهمo ذالک بانهم قالوا للذين كرهوا مانزل الله سنطيعكم فی بعض الامرج صلے والله يعلم اسرارهمo فكيف اذا توفتهم الملئكة يضربون وجوههم وادبارهم o (سورہ محمد۔آیت نمبر ۲۵۔۲۷)

ترجمہ:۔بیشک وہ لوگ جو الٹے پھر گئے اپنی پیٹھ پر بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی اُن پر ہدایت، شیطان نے ان کے لئے خوشنما بنائی (دنیا) اور ان کی امیدوں کو لمبا کیا۔یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا ان سے جو بیزار ہیں اس سے جو اللہ نے نازل کیا کہ بعض امور میں تو ہم تمہاری ہی اطاعت کرتے ہیں اور کریں گے۔اور اللہ ان کے راز جانتا ہے۔پس کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکال لیں گے ضربیں لگائیں گے ان کے منہ پر اور پیٹھ پر۔

....

جس شخص کو دنیا کے شروفساد سے بچنے اور ایمان سلامت رکھنے کی طلب ہو۔اس کو چاہئے کہ روزانہ سونے سے پہلے یہ آیت تلاوت کرے۔

وما جعلنا الرؤ یاالتی ارينٰک الا فتنة للناس و الشجرة الملعونة فی القران ونخوفهم فما يزيد هم الا طغيانا كبيرا o (سورہ الاسراء۔آیت ۶۰)

ترجمہ:۔اور نہیں قرار دیا ہم نے اس خواب کو جو تجھے دکھلایا مگر لوگوں کے ایمان کی جانچ اور قرآن میں لعنت کیا ہوا خاندان اور ہم ان کو ڈراتے ہیں تو ان کی سرکشی میں بہت زیادتی ہوتی ہے۔

....

جو شخص مشاہدات کا طالب ہو اس کو چاہئے کہ سورہ قدر گیارہ مرتبہ مع درود گیارہ مرتبہ اوّل اور گیارہ مرتبہ آخر تلاوت کر کے سویا کرے۔

....

جس کو حُبِّ صادق کی تلاش ہو وہ نماز فجر کے بعد یہ آیت سات مرتبہ پڑھے:

الاتنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانی اثنين اذهما فی

الغار اذیقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیه و ایده بجنودلم تروها وجعل کلمة الدین کفروا السفلیٰ و کلمة الله هی العلیا والله عزیز الحکیم ٥ (سورہ توبہ آیت نمبر ۴۰)

ترجمہ:۔اگرتم اس (رسول) کی مدد نہیں کرتے تو اس کی مدد اللہ نے کی جب نکالا اس کو کافروں نے تو دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے کہتا تھا، اپنے ساتھی سے تو غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔پس اللہ نے اتاری اپنی طرف سے تسکین اس پر اور مدد کی اس کی لشکروں سے جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات نیچی کر ڈالی۔ اور اللہ کی بات ہمیشہ بلند ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

....

جس شخص کو محبانِ صادق کی طلب ہو وہ مندرجہ ذیل آیت بعد نماز فجر تین مرتبہ تلاوت کرلیا کرے:

محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجداً یبتغون فضلاً من الله و رضواناً سیماهم فی وجوههم من اثر السجود٥ (سورہ الفتح۔آیت نمبر ۲۹)

ترجمہ:۔محمدؐ اللہ کے رسول اور وہ جو ان کی معیت میں ہیں شدید ہیں کفار پر، نرم دل آپس میں۔تو دیکھتا ہے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے اور اس کی خوشنودی۔نشانی ان کی ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان سے۔

جو کچھ اس کتاب میں پڑھا جا سکتا تھا۔ہدیۂ قارئین کر کے اپنا عہد پورا کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ کتاب میں سب کچھ تقریباً مٹ چکا ہے۔لہٰذا ختم کرتا ہوں۔

....

مَطبُوعاتِ حزبُ الطّالبین

مصنّف ادیؔم نقوی